معاصر مسلم تعلیمی حالت اور مستقبل کے چیلنجز (پاکستان کے تناظر میں)

Current Muslin Educational Status and Future Challenges (In Pakistan's context)

ڈاکٹر فرہاد اللہ*

ڈاکٹر فضل عمر **

Abstract:

The history of Muslim Education reveals that there was no difference of materialistic and religious education in the past. However, for the last two centuries, Muslim world divided into many ideologies which consequently produced separate educational institutions for every ideology. In the secular/modern educational institutions, religious and metaphysical studies are missing while, on the other hand, religious seminaries focus on the pure religious education.

In such a situation, two kinds of students are graduating from our educational institutions which do not have congruence in practical life with each other. Present Muslim world in dire need of a comprehensive educational system combining the modern secular and religious subjects in an appropriate manner. Currently, if Islamic world is distressed technologically at one hand, it is divided in many sects, on the other. Therefore, acquisition of scientific and religious,both kinds of education are required for Muslims.

In the present paper, the responsibilities of Muslim world are discussed to face the current and future challenges from educational perspective in order to portray a true picture of Islam and its followers.

Keywords: Education, Muslim world, challenges, Islam.

---

* Assistant Professor, Kohat University of Science & Technology, Kohat

** Lecturer, Kohat Medical College, Kohat.

اگر ہم مسلمانوں کے ابتدائی صدیوں کے رائج نظام تعلیم پر غور کریں تو ہمیں دینی اور دنیوی تعلیم کی کوئی تفریق نہیں ملے گی۔ لیکن گزشتہ تقریباً دو سو سال سے اسلامی دنیا میں مختلف فکری بنیادوں پر الگ الگ قسم کے تعلیمی ادارے قائم ہیں ، عصری اداروں میں علوم دینیہ یا مابعد الطبیعات سے بیگانگی نظر آتی ہے اور مدارس دینیہ میں خالصتاً دینی علوم پر زور دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ علوم طبعیہ سے لاتعلقی برتتے رہے ،یوں ہمارے نظام تعلیم میں وحدت نہ رہی اور دو ایسی دھاریوں میں تقسیم ہو گیا جو متوازی تو چلتے ہیں لیکن آپس میں کبھی نہیں ملتے اور اس کے نتیجے میں مختلف خیالات کے گریجویٹ پیدا ہو رہے ہیں، جو عملی دنیا میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے۔ آج کی مسلم دنیا کو در حقیقت ایک نئے نظام تعلیم کی ضرورت ہے جو دینی و عصری تعلیمی نظاموں کو یکجا کر کے ایک ایسا جدید ترین نظام تعلیم مرتب کیا جائے جس میں دینی و دنیاوی علوم متناسب مقدار میں جمع کر دیئے جائیں۔ دینی علوم کا عالم بننا ہر ایک طالب علم پر ضروری نہیں لیکن دین کی بنیادی معلومات حاصل کرنا ہر مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ آج ہم اگر دنیوی لحاظ سے مغلوب ہیں تو دینی لحاظ سے متحارب فرقوں میں تقسیم ہیں اس لیے پہلے علوم اسلامیہ کے احیاء اور اس کو زندہ کرنے پر توجہ صرف کرنا ہو گی اور ملت اسلامیہ کے تحفظ کے لئے سائنسی علوم کو بھی سیکھنا ہو گا۔ عصر حاضر اور مستقبل میں علمی پیش رفت کے حوالے سے ہماری کچھ ذمہ داریاں بنتی ہیں جنہیں پورا کر کے مسلمان پوری دنیا کے لئے امن و آشتی کے حقیقی پیامبر بن سکتے ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں ہماری موجودہ تعلیمی حالت اور مستقبل کی ذمہ داریوں پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ اسلام کے پیروکاروں پر مشتمل ہے۔ مسلمان دنیا کے تقریباً ہر حصے میں آباد ہیں 56 آزاد و خود مختار اسلامی ممالک میں سے زیادہ تر براعظم ایشیا و افریقہ میں واقع ہیں، ان میں سعودی، عراق، کویت، پاکستان، ترکی، انڈونیشیا اور ملائیشیا زیادہ اہم ہیں۔ براعظم

افریقہ میں مصر، صومالیہ، سوڈان، لیبیا، الجزائر اور مراکش زیادہ مشہور ہیں۔یورپ کے مسلم ممالک میں البانیہ، بوسنیا اور ترکی شامل ہیں۔الغرض دنیا کا کوئی براعظم ایسا نہیں جہاں مسلمان نہ بستے ہوں۔

معاصر اسلامی دنیا کو جو مختلف النوع مسائل و چیلنجز درپیش ہیں ان میں ناخواندگی، جہالت اور فرسودہ نظام تعلیم بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ تعلیم کے حوالے سے آج وہ امت پریشان فکر ہے جس کی بنیاد ہی علم و عرفان پر رکھی گئی تھی اور جس کے لیے الہامی پیغام کا آغاز ہی لفظ "اقراء" یعنی لکھنے پڑھنے سے ہوا تھا اور پوری دنیا کو اس نے علم، تعلیم و تہذیب سے منور کیا۔اسلامی نکتہ نظر سے بنی نوع انسان نے اپنے سفر کا آغاز جہالت و تاریکی سے نہیں، بلکہ علم اور روشنی سے کیا ہے۔خالق کائنات نے حضرت آدمؑ کو سب سے پہلے علم جیسے عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا اور علم ہی کی بدولت حضرت آدمؑ اور بنی نوع انسان کو ساری مخلوقات پر عظمت و فضیلت بخشی۔ تخلیق آدم کے وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ایک بڑا معنی خیز مکالمہ ہوا تھا جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس وقت کی تمام ذوی العقول مخلوقات کو مطلع فرمایا: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً[1] "اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔" تو فرشتوں نے رائے پیش کی کہ انسانوں میں تو ایسے لوگ بھی ہوں گے جو فساد اور خون ریزی کریں گے ان کو زمین کی خلافت اور انتظام سپرد کرنا سمجھ میں نہیں آتا، اس کام کے لیے تو فرشتے زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی فرشتوں پر ترجیح اور مقام علم میں اس کے تفوق کا ذکر کیا اور فرمایا کہ خلافت ارضی کے لیے تمام کائنات عالم کے نام اور ان کے خواص و آثار کا جاننا ضروری ہے اور علم کی یہ صلاحیت صرف حضرت آدمؑ ہی میں ودیعت کی گئی تھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ[2]۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر

انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تمہارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزوں کے نام جاننے کو انسان کی تخلیق اور افضیلت پر دلیل ٹھہرایا گیا یعنی امر واقعہ یا امر موجود کو جاننے کی صلاحیت رکھنا، یہ صلاحیت اللہ تعالیٰ نے انسان میں تخلیق کر دی ہے اور باقی مخلوقات میں پیدا نہیں کی، اس بنا پر انسانوں کو باقی تمام مخلوقات یہاں تک کہ فرشتوں پر عزت و عظمت اور فضیلت عطا کر کے مسجود ملائک ٹھہرایا گیا۔[3]

دین اسلام کی آمد نے ہر طرف علم و حکمت کی شمع روشن کر دی اور وہ عرب بدو جو عام طور پر جہالت کی نسبت سے ہی پہچانے جاتے تھے سب سے مہذب قوم بن کر دنیا کے سامنے آئے۔ اس لیے کہ اسلام نے ہر مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[4] یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اسی بنیاد پر مسلمانوں نے نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی علوم میں بھی کمال حاصل کیا۔ جس مسلم معاشرہ کی بنیاد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں رکھی اس معاشرے کی نمایاں خصوصیات میں سب سے پہلے "علم" ہی آتا ہے۔ جس میں تعلیم و تعلم اور ابلاغ علم کو امت مسلمہ کا بنیادی فریضہ قرار دیا گیا۔ تعلیم اور علم کی بنیاد پر انسانوں کو تمام مخلوق پر عظمت و فضیلت اور خلافت ارضی عطا فرمائی۔ اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[5]

ترجمہ: اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے اور خشکی اور دریا میں اسے سوار کیا اور ہم نے انھیں ستھری چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں فضیلت عطا کی۔

آپ ﷺ کی جامع اور ہمہ گیر تعلیمات کے سبب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے انسانوں کے لیے آپ ﷺ کی اطاعت واتباع لازم کر دی اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو اسوہ کامل قرار دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [6]

ترجمہ: تحقیق تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔

معلم انسانیت ﷺ نے علم واہل علم کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، آپ ﷺ نے حصول علم کو امت کا دینی، ملی اور اجتماعی فریضہ قرار دیا، آپ ﷺ نے ابلاغ علم اور فروغ تعلیم و تعلم کے فضائل بیان فرمائے اور کتمان علم کو گناہ عظیم قرار دیا۔ آپ ﷺ نے علم حاصل کرنے کی ترغیب دیکر فرمایا: مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ [7]

ترجمہ: جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔

بے شمار مناصب کے باوجود آپ ﷺ نے تفاخر کے طور پر فرمایا: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا [8]

ترجمہ: اور مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ ﷺ کی ان تعلیمات کی بدولت دور رسالت کے آغاز سے تعلیم و تعلم کا ایک ہمہ گیر انقلاب برپا ہوا، اولین اسلام لانے والوں میں سے ایک صحابی ارقم رضی اللہ تھے، ان کا مکان کوہ صفا کی بلندی پر واقع تھا جس کو دار ارقم کہا جاتا تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کو اسلام کا پہلا مرکز بنایا اور یہی تعلیم گاہ قائم ہوئی [9] اسی طرح مدینہ منورہ میں صفہ، مسجد قبا اور دیگر درس گاہوں کے ذریعے وہ علمی و تعلیمی انقلاب برپا ہوا جس نے پوری دنیا کو منور کیا اور انسانیت کو تہذیب اور آئین حیات عطا کیا۔

معلم انسانیت ﷺ نے فروغ علم کے لیے جو اقدامات فرمائے ان میں سے ایک اہم واقعہ ان قیدیوں کا ہے جو کفر اسلام کے پہلے معرکہ یعنی غزوہ بدر میں مسلمانوں کی قید میں آئے آپ ﷺ

نے ان میں سے بعض کی رہائی کے لیے یہ فدیہ مقرر کیا کہ مدینہ منورہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔[10] اس واقعہ سے آپ ﷺ کی تعلیم و تعلم سے گہری دلچسپی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے تعلیم و تعلم کا مادی سطح سے بلند تصور پیش کیا اور اہل ایمان کے دلوں یہ بات جاگزین کر دی کہ تدریس اور تعلیم کا کام عبادت کی طرح محترم اور مقدس ہے، یہ وہ کار خیر ہے جس کا اجر آخرت میں ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ [11]

ترجمہ: بہترین صدقہ (نیکی کا کام) یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کر کے اپنے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔"

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس بات کی بھی ترغیب دی کہ وہ مختلف زبانیں سیکھیں۔ آپ ﷺ نے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ سے فرمایا: "میرے پاس مختلف بادشاہوں کے خطوط آتے ہیں میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی غیر اس کو پڑھے۔ تم عبرانی یا سریانی زبان سیکھ لو تا کہ ہم ان بادشاہوں کے ساتھ خط و کتابت کر سکے۔ حضرت زید رضی اللہ نے 17 دن میں یہ زبان سیکھ لی اور کسریٰ کے ایلچی سے فارسی زبان سیکھی۔ اسی طرح کئی صحابہ کرام ایسے تھے جنہیں اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں پر عبور حاصل تھا انہیں میں سے ایک عبداللہ بن زبیر رضی اللہ بھی تھے جو کئی زبانوں کے ماہر تھے۔[12] خالص دینی علوم کے علاوہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے رائج الوقت مفید علوم سیکھنے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ خود بھی اس کا اہتمام فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ کا حکم تھا کہ نشانہ بازی و تیراکی کی تعلیم ضرور دی جائے۔[13]

مندرجہ بالا اسلامی تعلیمات وہدایات کے باوجود آج امت مسلمہ کی تعلیمی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان تعلیم و تحقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان

میں دیگر اقوام عالم سے حد درجہ پیچھے ہیں۔ سارے عالم اسلام میں ایک خوفناک قسم کا علمی جمود نظر آتا ہے، اس وقت مسلمان ملکوں میں تعلیم کی صورت حال یہ ہے کہ دو چار ممالک کے سوا پورے عالم اسلام میں شرح خواندگی 30 سے 40 فیصد سے زیادہ نہیں حالانکہ مغربی ممالک کا تو ذکر کیا سری لنکا جیسے چھوٹے سے ملک میں شرح خواندگی 99 فیصد ہے۔ اس وقت پورے عالم اسلام میں ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں تقریباً ساٹھ سے ستر کروڑ سے زائد افراد ناخواندہ ہیں۔ جب کہ مغربی ممالک میں شرح خوندا گی 99 فیصد ہے۔ پورے عالم اسلام میں سالانہ پی ایچ ڈی کی تعداد اکیلے برطانیہ سے بھی کم ہے۔

مختلف اسلامی ممالک میں شرح خواندگی کے بارے میں جائزہ:[14]

نمبر شمار	ملک نام	تعلیمی اخراجات GDP٪	٪ٹوٹل شرح خواندگی	میل شرح خواندگی ٪	فی میل شرح خواندگی ٪
1	مالی	4.4	33.4	43.1	24.6
2	صومالیہ	0.4	37.8	49.7	25.8
3	افغانستان	1.9	38.2	52	24
4	چاڈ	3.2	40.2	48.5	31.9
5	آذربائیجان	2.8	99.8	99.9	99.7
6	قطر	4.1	97.8	97.9	97.3
7	سعودی	5.6	94.7	97.5	91.3
8	انڈونیشیا	2.8	93.3	96.3	91.5
9	پاکستان	2.7	58.7	71.5	45.3
10	بنگلادیش	2.4	61.5	64.6	58.5

2015ء کے اقوام متحدہ کے اعداد شمار اور حالیہ تعلیمی جائزے کے مطابق پوری دنیا کی مجموعی شرح خوندا گی 83.7 فی صد ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی شرح خوندا گی 99.2 فیصد ہے۔ جبکہ

دنیا بھر میں 56 اسلامی ممالک کی مجموعی اوسط شرح خواندگی صرف 30 تا 35 فی صد ہے۔ انٹر نیشنل اسلامک نیوز ایجنسی جدہ (IINA) نے حال ہی میں ایک سروے کیا ہے جس کے مطابق موجودہ دنیا میں 40 فی صد مسلمان لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور تقریباً 65 فی صد مسلمان عورتوں ناخواندہ ہیں عرب ممالک نے پچھلے چند سالوں میں تعلیمی میدان میں کچھ پیش رفت کی ہے۔ جبکہ افریقہ میں اسلامی ممالک کی شرح خواندگی صرف 37 فی صد ہے۔[15]

معلم انسانیت، حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور وحی الٰہی کی شروعات حکم "اقراء" کے فیضان سے علوم وفنون، فکر و فلسفے، مثالی تہذیب و تاریخ اور عظیم تمدن کا آغاز ہوا اور پوری دنیا علمی، تہذیبی و ثقافتی حوالے سے نئے دور میں داخل ہوئی اور امت مسلمہ کئی صدیوں تک تعلیم، تہذیب و ثقافت اور سائنس و طب میں دنیا کی امام رہی، موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی اسی مثالی عہد کی یادداشت اور پیداوار ہے۔ مسلمانوں نے پوری دنیا کو علم اور تہذیب و تمدن کے نور سے منور کیا چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے دور عروج میں اندلس کی اسلامی ثقافت یورپ کی نہیں بلکہ پوری دنیا کی سب سے بلند اور ترقی یافتہ ثقافت تھی۔ اسی طرح کئی دیگر اسلامی شہر اعلیٰ تعلیمی و تحقیقی اداروں اور جامعات سے معمور تھے۔ جامعہ نظامیہ بغداد جو پانچویں صدی ہجری سے لیکر نویں صدی ہجری تک دنیا کی عظیم ترین یونیورسٹی تھی اس میں باقاعدہ طلبہ کی تعداد 6 ہزار رہتی تھی۔ اسی طرح مراکش کے شہر فاس میں واقع جامعۃ القرویین دنیا کا سب سے قدیم جامعہ ہے جہاں آج تک تعلیم دی جاتی ہے اور گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق اسے "موجودہ دنیا کا سب سے قدیم تعلیمی ادارہ" قرار دیا گیا ہے۔[16]

اس قابل فخر تہذیب و ثقافت کی علمبردار اور ماضی میں شاندار علمی اور تہذیبی روایات کی امین امت مسلمہ موجودہ تعلیمی و تحقیقی اور سائنس و ٹیکنالوجی کے حوالے سے کس مقام پر ہے، اس حوالے سے حقائق انتہائی افسوسناک ہیں۔ تین چوتھائی ممالک ایسے ہیں جو اپنے سالانہ بجٹ کا چار فی

صد بھی تعلیم پر خرچ نہیں کرتے ،لاکھوں باشندوں میں صرف ایک سائنس دان مل پاتا ہے۔اس وقت پوری اسلامی دنیا میں صرف چند سو یونیورسٹیاں ہیں ۔ان یونیورسٹیوں کو اگر ہم مسلمانوں کی مجموعی تعداد پر تقسیم کریں تو ایک یونیورسٹی پر 30لاکھ مسلمان نوجوان آتے ہیں۔جب کہ اس کے مقابلے میں امریکہ میں 5 ہزار سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں ۔جاپان کے صرف ٹوکیو شہر میں 120 یونیورسٹیاں ہیں اور پورے جاپان میں ایک ہزار سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں۔عیسائی دنیا کے 40فی صد نوجوان یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں جبکہ اسلامی دنیا کے 4 فی صد نوجوانوں کو کبھی یونیورسٹی تک پہنچنے کا موقع نہیں ملتا۔ عصر حاضر میں سائنس و ٹیکنالوجی کی اہمیت مسلم ہے مگر آج جب ہم امت مسلمہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ کیفیت نظر آتی ہے کہ سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کے میدان میں وہ تمام اقوام عالم کے مقابلے میں سب سے زیادہ پسماندہ ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ دنیا بھر میں ایک سال میں تقریباً ایک لاکھ سائنسی کتابیں اور تقریباً دو لاکھ تحقیقی آرٹیکل شائع ہوتے ہیں ان میں اسلامی ممالک میں شائع ہونے والی کتب و مقالات کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے [17]۔حالیہ چند سالوں میں عرب ممالک، پاکستان اور ملائیشیا میں ایک خوش آئند تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔پاکستان میں تحقیقی رجحان بڑھ رہا ہے اور ہماری جامعات میں Ph.D کی ڈگری کی پیداوار میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ 10 سالوں میں تقریباً 5 ہزار سکالرز نے Ph.D کی ڈگری کی ڈگری حاصل کی ہے۔اسی طرح 8 فی صد پاکستانی نوجوانوں کو (جنکی تعداد تقریباً 10 لاکھ بنتی ہیں) اعلیٰ تعلیم تک رسائی ممکن ہو گئی ہے۔ پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کے شعبے میں ہونے والی ترقی HEC کی مرہون منت ہے۔

مسلمانوں کی ماضی کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ مسلم دنیا نے سائنس کو بنیادیں فراہم کیں۔ لیکن آج عالم اسلام کی جامعات تخلیقی ریسرچ نہیں ہو رہی ہیں بلکہ صرف ایسے گریجویٹ فارغ ہو رہے ہیں جو صرف ترقی یافتہ اقوام کی اندھی تقلید کر رہے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان

سائنس و ٹیکنالوجی اور تحقیق کے شعبوں میں مغرب کے دست نگر ہیں۔اسی تعلیمی پسماندگی کا نتیجہ ہے کہ آج امت مسلمہ کے ممالک جدید صنعتی ترقی میں کوئی خاص مقام حاصل نہ کر سکے بلکہ ہر نئی ایجادات مغرب میں ہو رہی ہیں اور ہم اس کو صرف استعمال کر رہے ہیں۔

آج کے دور میں خصوصاً تعلیمی نظام کے حوالے سے مسلمان ممالک میں یہ تصور پختہ ہو گیا ہے کہ دینی علم الگ ہے اور دنیاوی علم الگ ہے ۔دین اور دنیا کی اس تقسیم نے بھی اسلام کی ہمہ گیریت اور مسلمانوں کی اجتماعی صلاحیتوں پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ گزشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی زوال کا اصل سبب یہی ہوا کہ انہوں نے دین و دنیا کی وحدت کے نکتہ کو فراموش کر دیا۔ مسجد کے مولانا صاحب دینی معلومات کا ذمہ دار بنا اور جدید نظام تعلیم کا گریجویٹ دنیاوی کاروبار کا ذمہ دار ٹھہرا، مسیحیت کی طرح دین اور دنیا کو الگ الگ کر لیا، قیصر الگ اور خدا الگ قرار دیا، مسٹر اور ملا کا فلسفہ گھڑ لیا گیا۔دینی کاموں کی فہرست الگ تیار کی گئی کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو صرف خانقاہوں، مسجدوں اور حجروں میں بند کر کے اپنے آپ کو دین کا خادم کہلایا حالانکہ آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا: لا رہبانیہ فی السلام [18]

کچھ لوگوں نے دنیا کے بازاروں، مارکیٹوں اور حکومت کی صفوں میں پہنچ کر اپنے آپ کو دنیادار قرار دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دین ہونے کے مدعی دنیا کے کاموں کے لائق نہ رہے اور کھلم کھلا اہل دنیا کہلانے والے اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کو بھلا کر اس کی رضا کی دولت کو کھو بیٹھے اور اپنے دھندوں میں منہمک ہوئے۔ یہ رویہ افتراق کی خلیج کو وسیع کرنے کا سبب بنتا ہے اس لیے مسٹر اور ملا کی یہ تقسیم ختم کر دینی چاہیے اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ سے استفادہ کی سبیل پیدا کرے تاکہ دونوں قسم کے علوم ایک دوسرے کے مددگار ہو کر ترقی کی راہ پر چلیں، غیروں کا قلع قمع ہو اور ترقی یافتہ استعماری طاقتوں کا صحیح مقابلہ کیا جا سکے جو مسلمانوں کو دینی و دنیاوی دونوں شعبوں میں کمزور کر کے

ان پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں اور تمام معدنی ذخائر اور ایٹمی طاقت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ کو جو نظریہ تعلیم دیا تھا اس میں دین و دنیا کی تقسیم کا تصور نہیں تھا یعنی ایک صحابی جہاں ایک امام کی حیثیت سے مسجد میں فرائض سرانجام دے سکتا تھا تو دوسری طرف وہ ملکی سیاسی نظام کو چلانے اور پالیسیاں بنانے میں اتنا ہی ماہر بھی تھا،اب امت مسلمہ پر فرض ہے کہ دین و دنیا کی وحدت کے اس راز کو سمجھے اور اپنی نجات کی تدبیر تلاش کرے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کو زبردست قسم کے چیلنجز کا سامنا ہیں اگر مسلمان معاشرے اپنے تعلیمی نظاموں کو جدید خطوط پر استوار کریں اور اس وقت ترقی یافتہ اقوام کی ترقیات سے استفادہ کرنے کیلئے ان کی زبان اور ان کی تحقیقات سے استفادہ کرکے صنعت و حرفت، معیشت اور سماجی زندگی میں ترقیات سے ہمکنار ہو سکتے ہیں اور اپنی تحقیقات وعلوم کا دائرہ بڑھا کر اپنے آپ کو ان کے فکری اور تہذیبی تسلط سے نکال سکتے ہیں۔اس تناظر میں اگر سوچا جائے تو امت مسلمہ میں علم دوستی کا ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے، عصر حاضر و مستقبل میں علمی پیش رفت کے حوالے سے مسلمانوں کی کچھ ذمہ داریاں بنتی ہیں جنہیں پورا کرکے ہم مستقبل کی چیلنجز سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں اور امت مسلمہ دوبارہ دنیا پر حکمرانی کر سکتے ہیں کیونکہ اسلام کی حکومت خدا کی حکومت ہے اور حکومت کے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کے سارے بندوں کے لیے عام ہو جائیں۔[19]

اسلامی دنیا کے اہم تعلیمی مسائل اور مستقبل کے چیلنجز:

1: فرسودہ نظام تعلیم: بیشتر اسلامی ممالک استعماری قوتوں کے زیر قبضہ رہے ہیں جس کی وجہ سے ان کا تعلیمی نظام انھیں استعماری قوتوں کی جانب سے وراثت میں ملا ہے۔اس نظام کی تشکیل کا مقصد استعماری مفادات کی تکمیل کیلئے افرادی قوت کی فراہمی تھا۔استعماری قوتوں کے جانے کے باوجود بھی بیشتر ممالک اسی فرسودہ نظام سے چپکے ہوئے ہیں جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے۔

2: طبقاتی نظام تعلیم: جو ممالک استعماری قوتوں کے زیر سایہ رہے، وہاں پر استعمار نے اپنے مقاصد اور ضروریات کے تحت ایسا نظام تعلیم ترتیب دیا جو طبقاتی تھا۔اس نظام کو آقا اور غلام کے نکتہ نظر سے تشکیل دیا گیا تھا،حاکموں کیلئے الگ تعلیمی ادارے اور محکوموں کیلئے کم درجے کے تعلیمی ادارے قائم کئے گئے۔ یہ نظام اب بھی قائم ہے خصوصاً جنوبی ایشیا کے اسلامی ممالک میں اس طبقاتی تقسیم کو واضح انداز میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔

3: کمزور معیار تعلیم: اسلامی ممالک کے تعلیمی مسائل میں اہم ترین مسئلہ کمزور معیار تعلیم کا ہے۔ جو تعلیم دی جارہی ہے وہ معیار میں ترقی یافتہ ممالک سے بہت کم ہے۔اس طرف توجہ کی انتہائی ضرورت ہے کہ جو تعلیم دی جائے وہ معیاری اور دیرپا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ تعلیم اور معاشرتی ضروریات میں ہم آہنگی ہو،انہی مضامین کی تعلیم دی جائے جو ملکی، معاشرتی اور بین الاقوامی چیلنجز کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کر سکے، فرسودہ اور غیر ضروری مضامین سے جان چھڑائی جائے۔

4: ناقص نصاب تعلیم: تعلیمی اہداف کو حاصل کرنے کے لئے ایک معیاری نصاب کا ہونا لازمی ہے۔ اسلامی ممالک کا اہم مسئلہ معیاری نصاب کی تیاری کا بھی ہے۔ بیشتر اسلامی ممالک میں نصاب پر جمود طاری ہے اور نصابی ترقیات کی طرف بہت کم توجہ دی جارہی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والے فضلاء میں ترقی یافتہ ممالک کے فضلاء سے مقابلہ کرنے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے نصاب تعلیم کی طرف ہنگامی بنیادوں پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے اور وقتاً فوقتاً اس کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔

5: سائنس اور ٹیکنالوجی کی طرف کم توجہ: موجودہ سائنسی اور ٹیکنالوجیکل ترقی کا سہرا بلاشبہ مسلمانوں کی طرف جاتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج وہی قوم سائنسی علوم سے بیزار ہے جس نے مغربی اقوام کو روشنی اور ترقی کا راستہ دکھایا۔ بیشتر اسلامی ممالک ٹیکنالوجی کے میدان میں

غیروں کے دست نگر ہیں، چند ہی ملک ایسے ہیں جو ٹیکنالوجی کی طرف توجہ دے رہے ہیں باقی فرسودہ روایتی نظام کو چلائے رکھے ہوئے ہیں۔

6: منصوبہ بندی کا فقدان: اسلامی ممالک میں منصوبہ بندی کا بہت فقدان ہے۔ حکومتیں بنانا، گرانا اور دوبارہ بنانے پر توانائیاں خرچ ہو رہی ہیں۔ تعلیم میدان میں تو صورت حال بہت ابتر ہے اور اس حوالے سے شائد ہی کوئی ملک خود کفیل ہو۔ دنیا میں وہی قومیں کامیاب ہوتی ہیں جو باقاعدہ منصوبہ بندی کرتی ہیں اس حوالے سے اسلامی ممالک میں بیداری کی سخت ضرورت ہے۔

7: اساتذہ کی تربیت: اکثر جگہوں پر یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کو جو مضمون آتا ہے وہ بعد میں وہی مضمون پڑھانے لگ جاتا ہے۔ ایسا شخص ممکن ہے کہ ''کتاب'' تو پڑھا لے لیکن چونکہ بطورِ استاد اُس کی تربیت نہیں ہوئی ہوتی لہذا اُسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ ایک استاد کو کن اخلاقی و معنوی اوصاف سے آراستہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ برس ہا برس کی محنت کے باوجود ایسے استاد کے حلقہ درس سے خود اس کی سطح کے طالب علم بھی نہیں نکلتے۔ ایسے اساتذہ کے وجود میں آنے کے باعث ایک تو دیگر طالب علموں کی علمی ترقی رک جاتی ہے اور دوسرے خود ایسے اساتذہ بھی علمی طور پر ترقی نہیں کر پاتے اور انہی کتابوں کو جن کی تدریس کر رہے ہوتے ہیں گلے لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے تعلیمی سلسلے کو آگے جاری نہیں رکھتے حالانکہ اسلام میں علمی ارتقاء کے رُکھنے کا کوئی جواز نہیں۔

کسی بھی تعلیمی نظام میں اساتذہ کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے بلکہ پورے نظام کی کامیابی کا انحصار اسی پر ہے۔ اسلامی ممالک میں اساتذہ کے انتخاب اور تربیت پر وہ توجہ نہیں دی جاتی جو دینی چاہیے۔ چنانچہ ایسے افراد اس پیشے سے منسلک ہو جاتے ہیں جو قطعی طور پر اس کے مستحق نہیں ہوتے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تعلیمی معیار گرتا چلا جاتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں اساتذہ کے انتخاب اور تربیت کی طرف بہت توجہ دی جاتی ہے اور تدریس کا پیشہ پر کشش پیشوں میں تصور کیا جاتا ہے۔

8:　　تحقیق کی کمی: اسلامی ممالک میں عمومی طور پر تحقیق کا رجحان نہیں ہے اور تقلید و جمود زیادہ ہے۔ ریسرچ میں اکثر بیشتر غیروں پر ہی انحصار کیا جاتا ہے۔ اس کا نقصان یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں تحقیق کا ماحول قائم نہیں ہو پا رہا۔ جو ممالک غریب ہیں وہ تحقیق کے اخراجات کی استطاعت نہیں رکھتے اور جو مالدار ہیں وہ تحقیق کی طرف راغب ہی نہیں ہیں، جب ضرورت پڑے تو دولت کے بل بوتے پر نئی تحقیقات خرید لیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ دوسرا مسئلہ عقول کے اخراج کا ہے، اسلامی ممالک سے قابل اور ذہین افراد تحقیق کا میلان نہ ہونے اور تحقیقی مواقع نہ ہونے کے سبب ترقی یافتہ ممالک کو منتقل (Migrate) ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اسلامی ممالک کو دہرا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے تحقیقی ماحول کے فروغ کی اشد ضرورت ہے۔

9:　　طلباء کی معاشی مدد کرنا: اسلامی تاریخ کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ تعلیم و تعلم کو عبادت کا درجہ دیا اور اسلامی حکومتوں نے مفت تعلیم کی سرپرستی کی، اور تعلیمی عمل میں مسلم و غیر مسلم کی تفریق نہیں کی۔ آج تعلیم حاصل کرنا، خاص کر اعلیٰ تعلیم، غریبوں کیلئے ایک خواب بنتا جا رہا ہے جو کہ اسلامی ممالک کیلئے اچھا شگون نہیں ہے۔ تمام اسلامی ممالک کو اس طرف توجہ دینی چاہیے اور سستا نظام تعلیم متعارف کرانا چاہیے جو ہر کسی کی پہنچ میں ہو۔ اس سلسلے میں OIC اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

خلاصہ بحث:　　نظام تعلیم کا مسئلہ تمام مسلمانوں کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اسلامی ممالک میں مختلف اور متضاد نظام تعلیم چل رہے ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مسلم ممالک سائنس و ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد بدستور ناخواندہ اور ناقص تربیت یافتہ ہے، سائنس و تحقیق کے شعبوں میں تو اسلامی ممالک اور بھی پیچھے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک تقریباً مکمل طور پر مغرب کے دست نگر ہیں۔ اس لئے پوری ملت اسلامیہ کو بیدار ہونے اور جنگی بنیادوں پر معیاری تعلیم کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ موجودہ دور کی ضروریات و چیلنجز سے مکمل طور

پر مقابلہ کرنے کی صلاحیت حاصل ہو۔

تجاویز:

1: امت مسلمہ دنیا کو در حقیقت ایک نئے نظام تعلیم کی ضرورت ہے جو دینی وعصری تعلیمی نظاموں کو یکجا کر کے ایک ایسا جدید ترین نظام تعلیم مرتب کیا جائے جس میں دینی و دنیاوی علوم متناسب مقدار میں جمع کر دیئے جائیں۔ تعلیمی منصوبہ بندی کی طرف انتہائی توجہ کی ضرورت ہے، اور عالمی ضروریات کے مطابق معیاری نصاب کی تیاری کی جائے۔

2: اسلام کی نشاۃ ثانیہ، دین کی سربلندی، ترویج واشاعت اور امت مسلمہ کی بقا کیلئے ضروری ہے کہ دین کے دامن سے وابستہ ہو جائیں قرآن وسنت اور تعلیمات نبوی ﷺ کو مشعل راہ بنائیں۔

3: جو ممالک استعمار کے زیر اثر رہ چکے ہیں ان کے نظام تعلیم کو استعماری اثرات سے پاک کیا جائے اور طبقاتی نظام تعلیم کا خاتمہ کر کے یکساں نظام رائج کیا جائے۔ بنیادی تعلیم میں یکسانیت ہو اور سپیشلائزیشن Specialization کے لیے ہر ایک طالب علم کے رجحان کے مطابق موقع دیا جائے۔ تعلیم کے حصول کو سستا بنایا جائے تاکہ امیر و غریب کو یکساں مواقع فراہم ہوں۔

4: مسلم ممالک میں اسلامی اقدار کے تحفظ، سائنس، جدید علوم اور تحقیق پر بنیادی توجہ دی جائے اور Human Resource Development کے مشترکہ منصوبے شروع کئے جائیں۔ امت مسلمہ کے ریسرچ اسکالرز، مختلف شعبوں کے ماہرین، سائنسدان اور مختلف پیشہ ورانہ خدمات کے حامل ماہرین کی خدمات سے مشترکہ طور پر بھرپور فائدہ اٹھایا جائے اور تحقیق اور تنقید کے ذوق کو پروان چڑھایا جائے۔ ہر سطح کے اساتذہ کی موثر اور دیرپا تربیت کا بندوبست کیا جائے۔ نیز قابل افراد کو تعلیمی شعبے کی طرف راغب کیا جائے۔

5: عالم اسلام کے جو سکالرز غیر مسلم ممالک میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں انھیں اپنے

ملکوں میں واپس لانے کی حکمت عملی طے کی جائے۔

حوالہ جات

---

[1] البقرۃ 30:2

[2] البقرۃ 31:2

[3] البقرۃ 34:2

[4] ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، دار الفکر، بیروت، حدیث:224

[5] الاسراء :70

[6] الاحزاب21:33

[7] ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، حدیث نمبر2648

[8] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر229

[9] ابوالحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج1، ص74

[10] ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، عالم الکتب، بیروت، ج1، ص247

[11] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر243

[12] شاہ معین الدین ندوی، مہاجرین، دار المصنفین اعظم گڑھ، طبع دوم، 1952، ج2، ص61

[13] ابن حجر عسقلانی، الإصابۃ فی تمیز صحابہ، دار الجیل بیروت، ج1، ص272

[14] Literacy Statistics Metadata Information Table, UNESCO Institute for Statistics September 2015

[15] انٹرنیشنل اسلامک نیوز ایجنسی جدہ (IINA) 23ربیع الاول1436

[16] http://www.guinnessworldrecords.com/world-records/oldest-university retrieved April 19, 2016

[17] ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، سائنسی تعلیم اور پاکستان، مکتبہ لاہور، ص47-50

[18] مسند احمد، ج3، ص82

[19] مولانا عبید اللہ سندھی، شعور و آگہی، مکی دار الکتب لاہور، 1994، ص55